انسانیت، عالمی امن اور فلسفہ اقبال

Humanism, World Peace and Philosophy of Iqbal

Amber Yasmin, Ph.D.
National University of Modern Languages, Islamabad
ayasmin@numl.edu.pk

Islam is a religion of peace and coexistence. These two are among the instructions given in the Quran and teachings of the Prophet (PBUH). All religions of the world love peace and mutual respect. Unfortunately, today's world is full of fear and devoid of human values. Iqbal called "Messenger of Peace" as a claimant of world peace and harmony. The purpose of this research is to remove the growing negative trends, hatred, and Islamophobia in the world and spread Iqbal's message of peace at a global level. What factors does Iqbal consider as an obstacle to the progress of society and what does humanity mean, according to Iqbal? In this research, Iqbal's philosophy of humanity, peace, and coexistence has been discussed in the light of his Urdu as well as Persian prose and poetry works. Moreover, an attempt has been made to find out the answers to the questions. According to Iqbal, factors such as intolerance, distance from religion, and lack of human values cause disintegration and conflict in society. According to Iqbal, man has been placed on earth as a vicegerent whose job is to remove hatred, spread love, and connect hearts. This research will help reduce and control the intensity of negative emotions and tendencies in society in light of Iqbal's philosophy.

Keywords: World Peace, extremism, humanity, philosophy of Iqbal, Messenger of Peace, coexistence

کلیدی الفاظ: عالمی امن، انتہاپسندی، انسانیت، فلسفہ اقبال، پیامبر امن، بقائے باہمی

اسلام امن اور بقائے باہمی کا مذہب ہے۔ امن اور بقائے باہمی قرآن میں دی گئی ہدایات اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات میں سے ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب محبت اور باہمی احترام کو پسند کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے آج کی دنیا خوف سے بھرپور اور انسانی اقدار سے عاری ہے۔ اقبال بعنوان "پیامبر امن" عالمی امن کا داعی ہے۔ اس تحقیق کا مقصد دنیا میں بڑھتے ہوئے منفی رجحانات، نفرتوں اور اسلاموفوبیا کو دور کرنا اور عالمی سطح پر اقبال کے امن کے پیغام کو عام کرنا ہے۔ اقبال کن عوامل کو معاشرے کی ترقی اور امن کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں؟ اقبال کے نزدیک انسانیت کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟ تحقیق ھذا میں اقبال کے فلسفہ انسانیت، امن اور بقائے باہمی کے نظریات کو ان کے اردو اور فارسی منثور و منظوم آثار کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا ہے اور سوالات کے جوابات معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اقبال کے نزدیک عدم برداشت، دین سے دوری اور انسانی اقدار کا فقدان جیسے عوامل معاشرے میں ٹوٹ پھوٹ اور تصادم کا سبب بنتے ہیں۔ اقبال رنگ و نسل سے بالاتر معاشرے، بقائے باہمی اور انسانیت کے احترام پر یقین رکھتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک انسان کو زمین پر نائب حق بنا کر بھیجا گیا ہے جس کا کام نفرتوں کو دور کرنا، محبتوں کو پھیلانا اور دلوں کو جوڑنا ہے۔ یہ تحقیق اقبال کے فلسفہ کی روشنی میں معاشرہ میں موجود منفی جذبات اور رجحانات کی شدت کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو گی۔

مقدمہ:

عالمی سطح پر جب امن کی بات کی جائے تو یقیناً ایک ایسے جہان کا تصور ذہن میں آتا ہے جہاں امن، خوشحالی، احترامِ متقابل، دوسرں کے مذہبی عقائد ورسومات کی تعظیم اور سرحدی حدود وقیود کا احترام ہو۔ امن سے مراد سلامتی ہے جو ضد ظلم ہے۔ اسلام صبر اور رواداری کا دین ہے اور صبر وبرداشت، بردباری اور درگزر کو پسند کرتا ہے۔ خیانت، خود غرضی، غیبت، دوسروں کا مذاق اڑانا، کسی کو برے القاب سے پکارنا، دہشت گردی، قتل وغارت گری، مذہبی انتہاپسندی اور لوٹ مار کو کوئی بھی دین پسند نہیں کرتا۔ رواداری ایک ایسی اخلاقی قدر کا نام ہے جس کے تحت دوسرے کے نظریات، عقائد اور جذبات کا مکمل احترام کیا جاتا ہے قطع نظر اس کہ وہ ہمارے خیالات وعقائد سے متصادم ہوں۔

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ اللہ کے پیغام کو مہذب طریقے سے دوسروں تک پہنچانے اور لوگوں کو راہ حق کی طرف دعوت دینے میں اپنی پوری کوشش کریں۔ اس کے بعد دعوت حق کو قبول کرنا یا رد کرنا ان پر منحصر ہے لیکن بحیثیت مسلمان ہمیں اپنے خیالات لوگوں پر مسلط کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ قرآن میں سورۂ حج آیات 69-67 میں فرماتا ہے:

لِّكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ ۖ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ ۚ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ. وَإِن جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ . اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ۔[1]

(ہم نے ہر قوم کے لیے ایک دستور مقرر کر دیا ہے جس پر وہ چلتے ہیں پھر انہیں تمہارے ساتھ اس معاملہ میں جھگڑنا نہ چاہیئے اور اپنے رب کی طرف بُلا۔ یقیناً تو سیدھے راستہ پر ہے اور اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے)

سوالات تحقیق:

1. اقبال کن عوامل کو معاشرے کی ترقی اور امن کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں؟
2. اقبال کے نزدیک انسانیت کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟
3. نظریہ اقبال کی روشنی میں عالمی امن ومحبت کو کیسے فروغ دیا جاسکتا ہے؟

روش تحقیق:

زیر نظر تحقیق تقابلی اور تجزیاتی مطالعہ ہے۔ نظریہ اقبال کی روشنی میں اقبال کے منثور اور منظوم آثار سے سوالات کے جواب معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اہمیت اور ضرورت تحقیق:

عصر حاضر اپنی تمام تر رعنائیوں اور پیشرفت کے باوجود ظلم، ناانصافیوں، انسانی حقوق کی پامالی، بنیادی حقوق کے سلب ہونے، عدم رواداری اور سب سے بڑھ کر دہشت گردی اور انسانی جانوں کے ضیاع جیسے مسائل کا شکار ہے۔ موجودہ دور میں دنیا کے بیشتر حصوں میں بڑھتے ہوئے تنازعات اور جنگوں میں قیمتی انسانی جانوں، وسائل کے ضیاع اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کے پیش نظر اقبال کے نظریات انسانیت اور اس کے اتحاد کے حوالے سے کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایسے حالات میں اقبال کا پیغام امن، فرقہ وارانہ ہم آہنگی، عالمی اتحاد اور انسانی

فلاح کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ زیر نظر تحقیق کا مقصد اقبال کے آفاقی پیغام امن و محبت کا ابلاغ ہے جو معاشرہ میں موجود منفی جذبات و رجحانات کی شدت کو کم اور کنٹرول کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہو گی۔

امن اور اسلامی تعلیمات:

اردو زبان میں "امن" کے لفظی معنی "پناہ، حفاظت، چین، سکون، آرام" کے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ میں لفظ "امان" استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی "حفاظت، پناہ، بچاؤ، امن، سکون، آسائش، آرام اور تسکین کے ہیں۔" [2] فارسی زبان میں بھی کلمہ امن کو اسی مفہوم کے ساتھ "امان، امنیت، آشتی، آرامش جیسے الفاظ اور جنگ کی ضد کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے"۔[3]

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل قرآن و سنت کی تعلیمات ہیں۔ اسلام صلح رحمی، امن پسندی اور صلح و خیر خواہی کا دین ہے۔ قرآن کی تعلیمات امن و محبت اور سلامتی پر مبنی ہیں۔ قرآن ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ فساد اور جھگڑوں کو بھلا کر محبتوں اور صلح کو اہمیت دیں۔ سورۃ الحجرات آیۃ 10 میں اللہ تبارک تعالی فرماتا ہے: "اِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُواْ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"[4] (مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)۔

ہم اپنے نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے رواداری کے متعدد سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کی پوری شخصیت اور طرز زندگی صبر و تحمل کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی کو دین اسلام میں ایک اخلاقی نمونہ کے طور پر مانا جاتا ہے۔ سرور کائنات محمد مصطفی ﷺ کی حیات طیبہ اخلاق حمیدہ اور نیک شمائل پر مبنی ہے۔ دین اسلام میں کسی پر ظلم اور تجاوز کی گنجائش نہیں۔ حدیث میں آتا ہے " حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے لہذا نہ وہ اس پر ظلم کرے اور نہ ہی اسے ظلم کے حوالہ کرے..."[5] اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "الظُّلْمُ ظُلُمات يَومَ القِيامَةِ" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہو گا۔"[6]

آج کی دنیا عرب کے اس معاشرے سے کسی طور کم نہیں جہاں رسول پاک ﷺ کو دین اسلام سے خائف لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے تنگ کرتے تھے لیکن رسول پاک نے صبر و برداشت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اگر ہم آج کے عالم اسلام کی صورت حال کا رسول اللہ کے دور کے حالات سے موازنہ کرنا چاہیں تو ہمیں ان دونوں ادوار میں بہت سی مماثلتیں ملتی ہیں۔ اگر ہم پچھلے چند سال کے عالمی امن کو دیکھیں تو دنیا دہشت، خوف، تباہی، قتل و غارت اور انتہا پسندی کے عروج پر ہے۔

آج بھی کہیں بھارتی مسلمان طالبہ مسکان خان کو حجاب کرنے اور "اللہ اکبر" کہنے پر تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو کہیں نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ایک سفید فام بندوق تان کر مسجد میں موجود نمازیوں کو شہید کر دیتا ہے۔ کہیں اسرائیل کی جارحانہ بربریت نہتے فلسطینیوں پر جاری ہے اور کہیں انتہا پسند ہندو کشمیریوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ بدقسمتی سے آج کی دنیا خوف کی دنیا ہے۔ یہ ایک ایسی دنیا ہے جہاں انسان ہی انسان کا دشمن ہے۔ اسلاموفوبیا نے انسانیت کی عظمت کو بھلا دیا ہے۔ اس وقت انسانیت اسلاموفوبیا کی آگ میں جل رہی ہے۔

اسلاموفوبیا کیا ہے؟

اسلاموفوبیا (Islamophobia) مسلمانوں سے خوف، تعصب اور نفرت ہے جس کے نتیجے میں ایذا رسانی، بدسلوکی، اور ڈرانے کے ذریعے انہیں اشتعال، دشمنی اور عدم برداشت کی کیفیت کی طرف لے جایا جائے۔ اور پھر یہ کیفیت ادارہ جاتی، نظریاتی، سیاسی مذہبی اور ثقافتی نسل پرستی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

"اسلاموفوبیا (اسلام ہراسی) لفظ "اسلام" اور یونانی لفظ" فوبیا"(یعنی ڈر جانا) کا مجموعہ ہے۔ اس سے غیر مسلم "اسلامی تہذیب سے ڈرنا" اور "نسلیت مسلم گروہ سے ڈرنا" مطلب لیتے ہیں۔ اکثر غیر مسلموں کو اسلام کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اور ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرتیں پیدا کی جاتیں ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں اسلام کا خوف داخل ہوتا ہے، جسے اسلاموفوبیا کہا جاتا ہے۔

اسلاموفوبیا کو ایک جرم تسلیم کرتے ہوئے اقوام متحدہ میں اب ہر سال 15 مارچ کو "اسلاموفوبیا ڈے" منانے کی قرار داد منظور کی گئی ہے۔ "اسلاموفوبیا" نسبتًا ایک جدید لفظ ہے جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ جس کا مفہوم بے جا طرفداری، نسلی امتیاز اور لڑائی کی آگ بھڑکانا طے کیا گیا ہے۔ اس اصطلاح کے استعمال کا آغاز فرانسیسی زبان میں 1910ء میں جبکہ انگریزی زبان میں 1923ء میں ہوا لیکن بیسویں صدی کی اسی اور نوے کے ابتدائی دہائیوں میں اس کا استعمال بہت ہی کم رہا۔ 11 ستمبر 2001 کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ڈرامائی حملوں کے بعد کثرت سے اس لفظ کا استعمال ہوا۔ اسلاموفوبیا کی وجہ سے مغربی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کو ایک دہشت گرد گروہ کے طور اور نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔[7]

انسانیت اور عالمی امن اقبال کی نظر میں:

اسلاموفوبیا جیسے اختلافات انسانی معاشروں میں مسلسل ٹوٹ پھوٹ اور تصادم کا ذریعہ بنتے ہیں۔ یہ ایک انجانا خوف اور بدگمانی ہے جس سے اخلاقی قدریں تنزلی کی طرف جارہی ہیں۔ اخلاقی قدروں کا معدوم ہونا اور عدم برداشت جیسی وجوہات نے انسانیت اور عالمی امن کو شدید صدمہ پہنچایا ہے۔ کسی ایک گروہ کے لوگوں کے اختلافات کی آگ پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ عصر حاضر ایسی بدگمانیوں اور عدم برداشت جیسے رویوں کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

اقبال کا دور بھی کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھا جہاں عدم برداشت اپنے عروج پر تھی۔ اقبال کا خیال تھا کہ اس تمام افراتفری اور تصادم کی وجہ وسیع تر انسانی اقدار کا فقدان ہے جو انفرادی اور سماجی ترقی میں رکاوٹ ہے۔ انفرادی اور سماجی ترقی دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں اور بہتر انفرادی ترقی ایک بہتر اور منظم معاشرے کی تجویز کرتی ہے۔ اقبال ایک عظیم انسان دوست تھے۔ وہ انسانیت کی مساوات پر مبنی محبت، رواداری اور عالمی امن کے داعی تھے لیکن ان کا انسانیت پرستی کا تصور مغربی تصور سے مختلف ہے۔ ہیومنزم کا مغربی تصور یہ ہے کہ انسان ہر چیز کا پیمانہ ہے لیکن اقبال کے نزدیک انسان، کائنات کی تخلیق کا عالی ترین مظہر ہے، اس کی تخلیق احسن تقویم پر ہوئی۔ اقبال ایک سچے مفکر اسلام اور انسان دوست تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں، اسلام پر یقین رکھتے ہیں، اسلامی شناخت پر یقین رکھتے ہیں، وہ بقائے باہمی پر یقین رکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ مسلم شناخت، مسلم فلسفہ اور اپنی مضبوط شناخت کے بارے میں بات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتاتے ہیں کہ اس کا تعلق دوسری برادریوں کے احترام سے ہے، دوسرے کے عقائد، نظام اور دیگر فلسفوں سے ہے۔ جیسا کہ اقبال نے 1930 میں الہ آباد کے اپنے مشہور خطاب میں کہا تھا کہ "جو کمیونٹی دوسری برادریوں کے تئیں بدگمانی کے جذبات سے متاثر ہو وہ پست اور حقیر ہے۔ میں دوسری برادریوں

کے رسم ورواج، قوانین، مذہبی اور سماجی اداروں کا سب سے زیادہ احترام کرتا ہوں۔ بلکہ قرآن کی تعلیم کے مطابق میرا فرض ہے کہ ضرورت پڑنے پر ان کی عبادت گاہوں کا دفاع بھی کروں۔"[8]

اسلام کا بنیادی فلسفہ ہی ایک پر امن معاشرہ کا قیام ہے جہاں اقلیتوں کو بھی مذہبی رسومات کی ادائیگی میں مکمل آزادی اظہار ہو اور اقبال کا یہ پیغام:

"مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا"[9]

ناصرف امت مسلمہ کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اقوام اور مذاہب کے لئے آفاقی حیثیت رکھتا ہے۔

اقبال اس بات کے معتقد ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب قابل احترام ہیں کیونکہ تمام مذاہب پر مبعوث پیامبروں نے انسانیت اور بشر دوستی کا پرچار کیا ہے۔ اقبال ہر قوم وملت کے نظریات اور اعتقادات کے لئے احترام متقابل کے قائل تھے اور اس بات کا اظہار وہ اپنے تمام آثار "اسرار خودی"، "رموز بیخودی"، "پیام مشرق"، "بانگ درا"، "زبور عجم"، "جاوید نامہ"، "پس چہ باید کرد ای اقوام شرق"، "بال جبریل"، "ارمغان حجاز" اور "خطبات اقبال" میں کرتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک انسانیت، ذات پات، برادری، رنگ و نسل اور مذاہب سے بڑھ کر ہے۔ اقبال کے اس آفاقی وژن کو انور دل اپنی کتاب Iqbal: Poet –philosopher of Universal Values میں یوں بیان کرتے ہیں:

> …Sir Abdul Qadir asserted that in his opinion Iqbal was not only "The Poet of Islam" but also "The poet of India", "The poet of the East" and "The Poet of Humanity". His frequent use of Islamic terminology, metaphors and allusions based on Islamic history and literature was because of their suitability to his themes and his stress on Islamic principles was because he honestly believed that the solution to the difficulties of modern civilization was possible by the adoption of the Universalist human values across religions and cultures. He was a great admirer of Moses who led his people to freedom and the Promised Land and the Universalist values in his Ten Commandments; Jesus Christ's upholding the Love of God and one's fellow human beings as the heights of human values; social justice, and respect for all religions and their scared texts. In his masterpiece, Javaid Nama he similarly showed his deep respect for Rama, Buddha, Zoroaster, Mani, and other prophets and sages.[10]

اقبال کی عمیق، حکیمانہ اور دوررس نظر اہل مغرب کی چال سے بخوبی واقف تھی جو وحدت انسانیت میں حسن تدبیر سے تفرقہ ڈالنا چاہتے تھے تاکہ انہیں ایک دوسرے سے الگ کر کے کمزور کر دیا جائے۔ جبکہ اسلام کا مقصد صرف یہ تھا کہ پوری انسانی دنیا کو اخوت اور بھائی چارے کے رشتے میں پرو کر متحد کر دیا جائے۔ اقبال نے اپنے آخری منظوم اثر "ضرب کلیم" (1936) میں "مکہ اور جنیوا" نظم میں مکہ معظمہ کی جانب سے جنیوا کی سرزمین کو یہ پیغام دیا کہ تمہارے ہاں قوموں کی جو جمیعت بنی ہوئی ہے یہ اصل مقصد نہیں، اصل مقصود یہ ہے کہ انسانوں کو متحد کر کے ان میں برادرانہ میل جول بڑھایا جائے۔

تفریقِ ملل حکمتِ افرنگ کا مقصود — اسلام کا مقصود فقط ملّتِ آدم
مکّے نے دیا خاکِ جنیوا کو یہ پیغام — جمعیّتِ اقوام کہ جمعیّتِ آدم[11]

اقوام متحدہ کے قیام کا بنیادی مقصد تنازعات کو کم کرنا اور دنیا میں امن کا قیام تھا لیکن جب ہم مسلم دنیا کے حقوق کی بات کرتے ہیں تو یہ تنظیم خاموش، لاچار اور بے بس دکھائی دیتی ہے۔ عراق، افغانستان، شام، مشرق وسطیٰ بالخصوص کشمیر اور فلسطین میں بالا دست اور صیہونی طاقتوں کے ہاتھوں ہونے والا انسانی ضیاع مشرق اور مغرب کے حکمرانوں کے لئے ایک سوالیہ نشان ہے:

اقبالؔ کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے — ہر ملّتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار
جلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ مرا دل — تدبیر سے کُھلتا نہیں یہ عُقدۂ دشوار[12]

اقبال اقوام متحدہ کے قیام کے بنیادی مقصد کو تسلیم کرنے سے متفق نہیں تھے، جسے استعمار نے پہلی جنگ عظیم کے بعد تشکیل دیا تھا، اقبال اسے "کفن چور" کے طور پر متعارف کرواتا ہے۔ اس بات کا اظہار وہ پیام مشرق میں یوں کرتے ہیں:

برفتند تا روش رزم درین بزم کہن — دردمندان جہان طرح نو انداختہ اند
من ازین بیش ندانم کہ کفن دزدی چند — بھر تقسیم قبور انجمنی ساختہ اند[13]

(دنیا کے بہی خواہوں نے نئی روش کی بنیاد رکھی ہے، تاکہ اس بزم کہن (دنیا) سے جنگ کا چلن ختم ہو مگر میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ چند کفن چوروں نے، آپس میں قبریں بانٹنے کے لیے ایک انجمن بنائی ہے۔)

تاریخ نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسلم اتحاد میں دو ملکوں کے درمیان جھگڑوں کے خاتمے کے لئے کسی تیسرے ملک کی مصالحت و ثالثی مفید ثابت ہوئی ہے۔ "بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کے معاملہ میں پاکستان اور بنگلہ دیش میں جو نزاع تھا، اس پر مصر کے انور سادات کی مصالحت کے ذریعے قابو پالیا گیا۔ عراق اور ایران میں کردوں کے سلسلے میں جو جھگڑا تھا، وہ الجزائر کے صدر بومدین کی مصالحت سے ختم ہو گیا۔ اس روح کے مطابق ہی شہنشاہ ایران نے پاکستان اور افغانستان میں صلح صفائی کرانے کی کوشش کی تھی"[14] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امن اور انسانیت کا نعرہ لگانے والے دنیا کے نام نہاد مغربی ممالک جو جانور پر ظلم کو بھی جرم تصور کرتے ہیں انسانیت کے قتل عام پر خاموش کیوں ہیں؟ آج "اتحاد انسانیت" کے لئے کسی ملک کی مصالحت اور ثالثی عمل میں کیوں نہیں آسکتی؟ مسلم ممالک آپس کی نفرتوں، بدگمانیوں اور اختلافات کو دور کر کے "عالمی امن" کے لئے کوشش کیوں نہیں کر سکتے؟ آج اہل مغرب کو اس بات کا بخوبی ادراک ہے کہ اسلامی ممالک آپس میں متحد نہیں۔ اقبال کے نزدیک احترام آدمیت اور اتحاد انسانی سب سے بڑھ کر ہے اس لئے وہ ایک ایسی تنظیم کی تجویز پیش کرتے ہیں جس کی بنیاد بھائی چارے، مساوات اور انسانیت پر ہو۔ اقبال بنی نوع انسان کی فلاح اور عالمی انسانیت کے داعی تھے۔ "اقبال کی جنگ انسان دوستی پر مبنی تھی، فرقہ پرستی پر نہیں، اور جیسا کہ ان کے بعض بیانات سے ظاہر ہوتا ہے، وہ اخوت انسانی کو ہی قابل اعتماد اخوت سمجھتے تھے، اس لئے کہ یہ اخوت رنگ، نسل، قوم اور زبان کی حد بندیوں سے بالاتر ہے۔"[15] اقبال رنگ، نسل اور قومیت کے قائل نہیں تھے۔ اقبال نے انہی نکات کو اپنانے میں نا صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کی ترقی اور فلاح کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ بقول اقبال:

نہ افغانیم و نی ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
کہ ما پروردۂ یک نو بہاریم[16]

(نہ افغان ہوں، نہ تاتاری نہ ہی ترک، ہم ایک ہی چمن کی پیداوار اور ایک ہی شاخ سے پھوٹے ہیں۔ رنگ و نسل کی تمیز مجھ پر حرام ہے کہ میں نے ایک (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بہار کے آغوش میں پرورش پائی ہے)

پروفیسر سید وقار عظیم اپنی کتاب "اقبال کا مطالعہ" میں لکھتے ہیں:

اقبال کی شاعری میں وسیلہ اظہار تو اسلامی ہے لیکن شاعری کی روح آفاقی ہے اور یہ بات اس لئے ممکن ہے کہ اقبال کے نزدیک اسلام اپنی حقیقت کے اعتبار سے عالمگیر اور آفاقی ہے۔ اسلام صرف مسجد اور ملا تک محدود نہیں، وہ ایک ہمہ جہت قوت ہے اور اسے انسانیت کی روحانی حتی کہ جسمانی بقا میں ایک لازمی کردار ادا کرنا ہے۔[17]

اقبال "انسانی اتحاد" کے داعی ہیں، بقول جاوید اقبال:

اقبال یہ واضح کر دیتے ہیں کہ توحید کی اساس اتحاد انسانیت Human solidarity، مساوات Equality اور حریت Freedom میں ہے۔ اقبال یہاں انسانی اتحاد کی بات کرتے ہیں، مسلمانوں کا اتحاد نہیں کہتے۔ جہاں تک مذہبی رواداری کا تعلق ہے قرآن مجید مسلمانوں پر یہ فرض عائد کرتا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کا تحفظ کریں۔ اب جس وقت اقبال مذہبی رواداری کے پس منظر میں اتحاد انسانیت کا ذکر کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسی ریاست جہاں مسلمانوں میں تو اشتراک ایمانی ہو اور غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ اشتراک وطنی کی بنیاد پر رشتہ استوار ہو۔ پس ان کے نزدیک اشتراک ایمانی اور اشتراک وطنی کی بنیاد پر ہی اتحاد انسانیت قائم ہو سکتا ہے۔[18]

اقبال مسلمانوں کو حقیقی طور پر آزاد اور طاقتور دیکھنا چاہتے تھے۔ اُن کے مطابق جب تک مسلم ممالک سیاسی طور پر متحد ہو کر ایک قوت کی شکل میں ابھر کر سامنے نہیں آئیں گے دنیا اُن کا وجود اور مؤقف تسلیم نہیں کرے گی۔ اس نصب العین کی وضاحت کی خاطر ترکی کے وطن پرست شاعر ضیاء کے چند اشعار کا ترجمہ پیش کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے مسلم ممالک کے سیاسی اتحاد کا وجود میں آنا تو ابھی دور کی بات ہے اور اس کے لئے لمبے انتظار کی ضرورت ہے مگر اس دوران اگر "خلیفہ" اپنے گھر کو درست کرنے کا بیڑہ اٹھالے تو غنیمت ہے کیونکہ بین الاقوامی دنیا میں کمزوروں سے کوئی ہمدردی نہیں کرتا، صرف قوت ہی کی عزت ہوتی ہے۔"[19]

مسلمانوں نے ایک پر شکوہ فتوحات کا دورہ دیکھا اور وہ اپنی تاریخ پر فخر کرتے ہیں لیکن مغرب ایک منافق اور چھپا ہوا دشمن ہے جو انسانی شکل میں بھیڑیئے کا کردار ادا کر رہا ہے۔ وہ ثقافتی یلغار اور ظاہری چکاچوند کے ذریعے مسلمانوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ اقبال کی طرح علی شریعتی (ایرانی انقلابی ادیب اور ماہر عمرانیات) بھی مغربی استعمار اور ان کی فریب کاریوں کو مسلمانوں کی ترقی اور اتحاد کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ "شریعتی ہمیں بتاتے ہیں کہ یورپین استعمار کا مقصد محض اتنا نہیں کہ ہم اپنے ماضی، اپنے محاسن اور باطنی اوصاف سے منقطع ہو جائیں وہ تو چاہتے ہیں کہ ہم اپنے بارے میں احساس بیزاری میں مبتلا ہو جائیں۔ اِن کا مقصد یہ ہے کہ جب ہم اپنے مذہب، اپنے ماضی، اپنی تاریخ، اپنی قابل فخر چیزوں، اپنے فنون، اپنی زیبائیوں اور اپنے ذوق کو یاد کریں تو ہم میں احساس کمتری پیدا ہو۔ مغربی استعمار ہماری نسل کو اس کے ماضی، اپنے آپ، اس کے سب محاسن، مذہب اور باطنی اوصاف سے منقطع کرنا چاہتا تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا مگر کاش وہ یہ کام کر گزرتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ شرق شناس اور اسلام شناس، یورپ میں ہمارے ماضی، ہماری ثقافت اور ہمارے مذہب کا احیاء کرنے میں مصروف عمل ہیں۔"[20]

اقبال نے تاریخ اسلام، مشرقی اور مغربی علوم اور قرآن و سنت کا بہت باریکی سے مطالعہ کیا۔ قانون، حکمت و فلسفہ اور دیگر علوم بھی حاصل کئے۔ اپنی شاعری میں نا صرف مسلمانوں بلکہ مغربی دنیا کے عروج و زوال کے قصے بیان کئے۔ اس علمی آگہی اور قرآن کے مطالعہ نے اقبال کی سوچ کو ایک نئی جلا بخش دی۔ یہی وجہ تھی کہ اقبال نے مسلمانوں کی زبوں حالی کو نا صرف مغربی چالوں کا پیش خیمہ قرار دیا بلکہ ان کے زوال کی وجہ دین سے دوری کو قرار دیا۔ اقبال کی جہان بینی اور مطالعہ کی وسعت وجہ بنی جس سے اقبال کا رشتہ قرآن و سنت سے گہرا ہوتا چلا گیا اور اقبال کو انسانیت کے مسائل کا حل اس آسمانی کتاب اور عشق رسول ﷺ میں دکھائی دینے لگا اور اقبال کے افکار، اشعار اور پیغام میں قرآن جھلکنے لگا:

قلب مومن را کتابش قوت است
حکمتش حبل الورید ملت است[21]

(رسول اللہ ﷺ جو کتاب لائے یعنی قرآن مجید وہ بندہ مومن کے دل کیلئے قوت و استحکام کا سامان ہے اور جو حکیمانہ ارشادات حضور ﷺ کی زبان مبارک پر جاری ہوئے انہیں ملت کی زندگی میں شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔)

اقبال کے کلام میں عالمی مسائل کا درد بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ اُن کے نزدیک معاشرے کی تعمیر نو اور افراد کی کردار سازی کے لئے قرآن سے لگاؤ بہت ضروری ہے کیونکہ اقبال کی فکر کی اساس قرآن پر مبنی ہے۔ درحقیقت اقبال کا پیغام قرآن کا پیغام ہے۔ اقبال کے افکار اور پیغام میں جابجا قرآن موجزن ہے جیسا کہ مثنوی اسرار خودی میں وہ خود اس بات کا دعوی یوں کرتے ہیں:

روز محشر خوار و رسوا کن مرا
بی نصیب از بوسۂ پا کن مرا[22]

(اگر میرے پیغام میں قرآن کے سوا کچھ اور ہے تو) روز محشر مجھے سب کے سامنے رسوا کیا جائے یہی نہیں بلکہ مجھے حضورؐ کے قدموں کے بوسے سے بھی محروم کر دیا جائے۔

اقبال کی تصانیف کی بنیادی خصوصیات انسانی کردار کی بلندی اور انسانیت کی معراج ہے۔ اقبال نے مشرقی اور مغربی دونوں تہذیبوں، ان کی فکر اور روایات کا مطالعہ کیا لیکن بنیادی طور پر قرآن پاک اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے متاثر ہیں۔ اقبال پوری انسانیت کو ایک نسل اور بھائی سمجھتے ہیں اور نسل، قوم، علاقے یا رنگ کی بنیاد پر سطحی امتیازات کو مسترد کرتے ہیں۔ انکے نزدیک قرآن حکیم اور رسول اللہ کی زندگی نے برداشت، باہمی محبت اور رواداری کے جو درس دنیا کو دیئے ہیں شاید ہی کسی مذہب کی تعلیمات میں موجود ہوں، اسی لئے وہ اسلامی نظام تعلیم کے قائل تھے جو انسان کو اخلاق اور کردار کی بلندیوں، صلح رحمی، احترام انسانیت اور صبر و برداشت کے اعلی درجہ پر فائز کرتا ہے۔ احترام انسانیت کے اس فلسفہ کو اہل مغرب آج سمجھ پائے ہیں۔ ڈاکٹر عبد اللہ چغتائی اپنے مقالے "اقبال کا فلسفۂ تعلیم" میں لکھتے ہیں:

> آج تمام امریکن اور یورپی یونیورسٹیوں میں ایک مضمون بعنوان Humanity یعنی انسانیت یا بشریت رائج ہو چکا ہے خواہ یونیورسٹی کا موضوع تعلیم عملی سائنس ہی کیوں نہ ہو؛ اگرچہ اسے مذہبی تعلیم کا نام نہیں دیا جاسکتا مگر حقیقت یہ ہے کہ ان یونیورسٹیوں کے لا دینی ماحول میں ایک دینی درجہ تعلیم کے برابر ہے۔ اور یہ خالصتاً اسلامی نظریہ تعلیم کا پس منظر ہے۔ یعنی طالب علم میں بجائے خشونت کے جذبہ شفقت پیدا ہو جسے اقبال نے بنی نوع کی نجات کا باعث تصور کیا ہے۔[23]

اقبال محبتوں کا شاعر ہے۔ اقبال کے نزدیک انسان کا مقام بہت بلند کیونکہ زمین پر نائب حق بنا کر بھیجا گیا ہے اور انسان کا کام نفرتوں کو دور کرنا اور محبت سے دلوں کو جوڑنا ہے:

نایب حق در جھان بودن خوش است
بر عناصر حکمران بودن خوش است[24]

(دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہونا اور عناصر فطرت پر حکمرانی کرنا کیا خوب ہے)۔

اقبال اس بات کے معتقد ہیں کہ محبت و مودت، کینہ اور نفرتوں کو دور کرتی ہے اور دلوں میں نرمی پیدا کرتی ہے، بقول مولانا جلال الدین رومی:

از محبت تلخ ھا شیرین شود — از محبت مس ھا زرین شود
از محبت مردہ زندہ می کنند — از محبت شاہ بندہ می کنند[25]

(محبت وہ نسخہ کیمیا ہے جس کی بدولت کڑوی چیز میٹھی ہو جاتی ہے، تانبا سونا بن جاتا ہے۔ مردہ محبت سے زندہ ہو جاتا ہے (اس میں نئی جان پڑ جاتی ہے) اور پادشاہ نوکر بننے کی طرف مائل ہو جاتا ہے (دل میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔)

دنیا میں زیادہ تر نفرتیں غلط فہمیوں سے پھیلتی ہیں۔ ہمیں بحیثیت مسلمان اپنے مذہب کو دنیا میں ایک پر امن مذہب کے طور پر متعارف کروانے کے لئے رواداری اور صبر و برداشت کا مظاہرہ کرنا ہو گا اور آپس کے اندرونی اختلافات کو ختم کر کے اقبال کے عالمی امن کے اس آفاقی پیغام کو دنیا کو متعارف کروانا ہو گا:

ای سوار اشھب دوران بیا — ای فروغ دیدہ ی امکان بیا
شورش اقوام را خاموش کن — نغمہ ی خود را بھشت گوش کن
خیز و قانون اخوت ساز، دہ — جام صھبای محبت باز دہ
باز در عالم بیار ایام صلح — جنگجویان را بدہ پیغام صلح[26]

(اے زمانے کے گھوڑے پر سوار! آجا۔ اے امکان (اس کائنات) کی آنکھوں کا نور! (روشنی) آجا۔ تو ہنگامہ ایجاد (موجودات عالم) میں رونق پیدا کر دے۔ آنکھوں کی پتلیوں میں آباد ہو جا۔ دنیا کی قوموں نے جو ہنگامہ برپا کر رکھا ہے اسے ختم (خاموش) کر دے۔ اپنے نغمے کو (انسانوں) کی سماعت کے لیے بہشت کی سی تازگی والا بنا دے۔ اٹھ اور بھائی چارے کا ساز چھیڑ، محبت کی شراب کا جام پھر سے دے (تقسیم کر دے)۔ ایک مرتبہ پھر دنیا میں صلح اور امن کا دور لے آ، جنگ اور فساد پر آمادہ لوگوں کو صلح کا پیغام دے)۔

حاصل تحقیق:

حکیم الامت علامہ محمد اقبال ایک عظیم مفکر اور فلسفی تھے۔ انہوں نے ایک پر امن معاشرے کے قیام اور عالمی امن کے لئے اسلامی تعلیمات کی دور حاضر کے ساتھ ہم آہنگی، مضبوط قوت ارادی، مثبت طرز زندگی اور ترقی پسند معاشرے کے قیام کے لئے رہنما اصول تجویز کیے۔ عصر حاضر میں اسلاموفوبیا جیسے چیلنجز سے نبرد آزما ہونے کے لئے ہمیں اقبال کے فلسفہ احترام آدمیت، احترام متقابل اور مذہبی رواداری کو فروغ دینا ہو گا اور اس ضمن میں معاشرے میں مثبت اور تعمیری سوچ کو استوار کرنا ہو گا۔ اقبال کے کلام کا فلسفہ ہی احترام آدمیت پر مبنی ہے۔ اقبال کے

نزدیک عالمی سطح پر امن اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب کسی بھی معاشرے میں اقلیتوں کو یکساں بنیادی حقوق دیئے جائیں۔ اقبال نے مسلم اتحاد کو مغربی طاقتوں کے حربوں اور فریب سے نمٹنے کے لئے ضروری قرار دیا۔ مسلم اتحاد ایک طاقت کی شکل میں ابھر کر مسلم دنیا کے مسائل کو حل کر سکتا ہے۔ اُن کے نزدیک انسانیت کو خطرہ غیر مسلموں سے زیادہ مسلمانوں کے آپس کے تفرقات اور اسلام کی روح سے نابلد مسلمانوں کے گروہ سے ہے جو باہم دست و گریبان ہیں۔ اقبال نے اپنے کلام میں واضح کر دیا تھا کہ ایشیا پانی اور مٹی میں گندھا ہوا ایک بہت بڑا وجود ہے اور افغانستان اس وجود کا دھڑکتا ہوا دل ہے۔ اگر یہاں امن اور خوشحالی ہو گی تو پورے ایشیا میں امن ہو گا اور اگر یہاں فساد برپا ہوا تو پورے ایشیا میں فساد برپا ہو گا اور اس کی مثالیں آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اقبال اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمیں بحیثیت مسلمان انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام اور قرآن کی تعلیمات اور سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ قرآن ہمیں صبر و برداشت، رواداری اور محبت کی تلقین کرتا ہے۔ اقبال بحیثیت "پیامبر امن" مشرق اور مغرب کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ رنگ و نسل، قومیت اور سرحدوں سے بالاتر ہو کر وسیع تر اتحاد انسانی، مساوات اور محبتوں کو فروغ دیں تاکہ روئے زمین پر امن قائم ہو سکے۔

حوالہ جات

1. القرآن، 22:69-67

2 . سید احمد دہلوی،، مولوی، فرہنگ آصفیہ، ج1 (لاہور: مرتبہ اردو سائنس بورڈ، 2006) ص224.

3 . انوری، حسن، فرہنگ فشردہ سخن، ج1، (تھران: انتشارات سخن، 1383ش) ص201.

4 القرآن، 10:26

5. بخاری، صحیح بخاری، ج1، (ترجمہ ابو محمد حافظ، عبد الستار رحمان و حفظ اللہ فاضل) (لاہور: دار السلام پبلشرز، 2001)، حدیث نمبر 1115 ص676

6. ایضاً، حدیث نمبر 1115، ص676

7 . اسلامبوفوبیا، آزاد دائرہ المعارف، https://ur.wikipedia.org/wiki

8. ندیم شفیق ملک، خطبہ الہ آباد 1930،، (لاہور: اقبال اکادمی، 2013) ص۱۰۶

9 . اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، (جہلم: بک سٹریٹ 2012م)، ص47

[10] Anwar Dil, Iqbal: Poet- Philosopher of Universal Values, Vol XIII,(Dost publications ,2013), page 35.

11 . کلیات اقبال اردو مرجع سابق: ص260

12 . ایضاً، ص295

13. اقبال، کلیات اقبال فارسی، پیام مشرق (لاہور، شیخ غلام علی پرنٹرز، 1990م) ص363 (193)

14 . سہیل محمد عمر، تنولی طاہر حمید، مقالات جاوید، اقبال اور عصر جدید میں اسلامی ریاست کا تصور (ڈاکٹر جاوید اقبال) (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2006) ص64-65

.

15. سید وقار عظیم (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الرحمن)، اقبال کا مطالعہ (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان 1977) ص174

16. کلیات اقبال فارسی، مرجع سابق: ص222 (52)

17. اقبال کا مطالعہ، مرجع سابق: ص173

18 . ، مقالات جاوید، مرجع سابق: ص64-65.

19 . جاوید اقبال، خطبات اقبال تسہیل و تفہیم، (لاہور: سنگ میل پبلیکشنز، 2016) ص186

20 .افضل خان، شبیر، علی شریعتی کے انقلابی افکار اور اقبال (اسلام آباد، پورب اکادمی، 2007)، ص346

21 .کلیات اقبال فارسی، مرجع سابق: ص101

22 .ایضاً، ص168

23.ذوالفقار، غلام حسین، بیاد اقبال (مقالات)، اقبال کا فلسفہ تعلیم (ڈاکٹر عبداللہ چغتائی) (لاہور: سنگ میل پبلیکشنز، 1968م)، ص50

24.کلیات اقبال فارسی، پیام مشرق، مرجع سابق: ص44

25.جلال الدین مولوی، مثنوی معنوی (دفتر دوم)، (تھران: سھامی افست 1360ش) ص193

26.اقبال، کلیات اقبال فارسی، مرجع سابق، ص46

کتابیات

1. القرآن
2. اسلاموفوبیا، آزاد دائرہ المعارف، https://ur.wikipedia.org/wiki
3. افضل خان، شبیر، علی شریعتی کے انقلابی افکار اور اقبال (اسلام آباد، پورب اکادمی، 2007)
4. اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، (جہلم: بک سٹریٹ 2012م)
5. اقبال، کلیات اقبال فارسی، پیام مشرق (لاہور، شیخ غلام علی پرنٹرز، 1990م)
6. انوری، حسن، فرھنگ فشردہ سخن، ج1، (تھران: انتشارات سخن، 1383ش)
7. بخاری، صحیح بخاری، ج1، (ترجمہ ابو محمد حافظ، عبدالستار رحمان وحفظ اللہ فاضل) (لاہور: دارالسلام پبلشرز، 2001
8. جلال الدین مولوی، مثنوی معنوی (دفتر دوم)، (تھران: سھامی افست 1360ش)
9. جاوید اقبال، خطبات اقبال تسھیل و تفھیم، (لاہور: سنگ میل پبلیکشنز، 2016)
10. ذوالفقار، غلام حسین، بیاد اقبال (مقالات)، اقبال کا فلسفہ تعلیم (ڈاکٹر عبداللہ چغتائی) (لاہور: سنگ میل پبلیکشنز، 1968م)
11. سید احمد دہلوی، مولوی، فرھنگ آصفیہ، ج1 (لاہور: مرتبہ اردو سائنس بورڈ، 2006)
12. سید وقار عظیم (مرتبہ ڈاکٹر سید معین الرحمن)، اقبال کا مطالعہ (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان 1977)
13. سہیل محمد عمر، تنولی طاہر حمید، مقالات جاوید، اقبال اور عصر جدید میں اسلامی ریاست کا تصور (ڈاکٹر جاوید اقبال) (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2006)
14. ندیم شفیق ملک، خطبہ الہ آباد 1930، (لاہور: اقبال اکادمی، 2013)
15. Anwar Dil, Iqbal: Poet- Philosopher of Universal Values ,Vol XIII, Dost publications ,2013,